اردو میں تدوینِ متن کی روایت اور اس کے دبستان

ڈاکٹر عظمت رباب*

Abstract:

Tadveen of Urdu texts during the 20th century has been carried out simultaneously and often con-currently at various centers of learning in different cities and provinces / states in India and Pakistan. The historian of this tradition of Tadveen e Matn, at the very beginning is faced with the problem of how to chronicle and narrate this tradition. The chronological order is faced with the task of dealing with many and diverse centers such as Decan, Delhi, Lahore, Raampure etc where this work was carried out and no satisfactory chronological arrangement can satisfy the requirements of continuity as well as differentiation of particular characteristic of these areas. The alphabetical arrangement as well as arrangement by genre i.e, poetry and prose is also faced with the same problem of division of authors and places. In this article Dr. Azmat Rubab discusses the desirability and appropriateness of recording the history the tadveen e matn by the method of "Dabistaan" i,e treating different centers where it was carried out as a whole describing their history as well as characteristics and evolution.

اردو میں تدوینِ متن کی روایت زیادہ قدیم نہیں ہے۔ اس کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے نصف اول میں ہوا۔ یہ روایت پاکستان اور بھارت کے مختلف مراکز اور شہروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے، اس میں افراد اور ادارے دونوں کی خدمات شامل ہیں۔ اردو تدوینِ متن کی یہ روایت بظاہر بہت مختصر اور سادہ ہے لیکن تدوینِ متن کے مؤرخ

* استاد شعبہ اُردو، لاہور کالج ویمن یونیورسٹی، لاہور

کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ وہ اس روایت کے بیان کے لیے کس ترتیب اور طریقے کو اختیار کرے جو اس روایت کو پوری طرح محیط ہو اور اس روایت کی اہمیت، معنویت اور اس کے تاریخی سفر وارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی نمایاں خصوصیات کو بھی واضح کر سکے۔

اردو تدوینِ متن کی روایت کو درج ذیل ممکنہ طریقوں کی مدد سے ترتیب دیا جا سکتا ہے

الف۔ مدوَن متون کی الف بائی ترتیب

اردو تدوینِ متن کی روایت میں نظم و نثر کے بہت متون کی تدوین کی گئی ہے۔ تدوینِ متن کی روایت کے بیان کا ایک طریق کار یہ ہو سکتا ہے کہ زمانی ترتیب سے قطع نظر مدونین کے مدوَن متون کو الف بائی ترتیب سے پیش کر دیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مطلوبہ مخصوص متن کی تلاش میں آسانی رہے گی اور تمام متون ایک منطقی ترتیب سے سامنے آ جائیں گے۔

مخصوص مطلوبہ متن کی تلاش و انتخاب میں آسانی کے فائدے کے ساتھ ساتھ اس طریق کار کی درج ذیل خامیاں بھی ہیں:

(i) مدون متون کو الف بائی ترتیب سے پیش کرنے کی صورت میں کتابوں کی ایک فہرست تیار ہو جائے گی لیکن اس سے زمانی ترتیب قائم نہیں رہے گی، پہلے کیا گیا کام بعد میں اور بعد کا کام پہلے درج ہو سکتا ہے۔

(ii) ایک مدون نے نظم و نثر دونوں متون کو ترتیب دیا ہے تو اس سے تکرار کی خامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور خصوصیاتِ تدوین بھی متعین نہیں ہو سکیں گی۔

(iii) ایک ہی عہد اور شہر میں کیا گیا کام منتشر ہو جائے گا۔

(iv) اس طریق کار کی خامی کو درج ذیل ایک مثال سے واضح کیا جا رہا ہے:

''نکات الشعرا، کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، مجموعہ نغز، مثنویاتِ میر حسن، اقبال، مثنوی نظامی اور کلیاتِ شاد عظیم آبادی؛'' کو الف بائی ترتیب سے یوں درج کیا جائے گا

''۱۔اقبال۔ ۲۔کلیاتِ شاد عظیم آبادی۔ ۳۔کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

۴۔مثنویاتِ میر حسن ۵۔مثنوی نظامی۔ ۶۔مجموعۂ نغز

۷۔نکات الشعرا

یہ متون کراچی (۱،۵)، پٹنہ (۲)، دکن (۳،۷) اور لاہور (۴،۶) کے مدونین نے ترتیب دیے ہیں۔ ان شہروں سے تعلق رکھنے والے مدونین کے اپنے مخصوص طریق کار اور وسائل و ذرائع ہیں۔ ایک متن کا تجزیہ کرنے

کے بعد دوسرے کے ذکر میں خصوصیاتِ تدوین یکسر تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اس ترتیب سے مدوّن متون کے ناموں کی ایک فہرست تو تیار ہو سکتی ہے، تدوین کی روایت کو بیان نہیں کیا جا سکتا لہٰذا تدوینِ متن کی روایت کے لیے متون کی الف بائی ترتیب کا طریق کار موزوں نہیں ہے۔

ب۔ مدونین کے اعتبار سے الف بائی ترتیب

الف بائی ترتیب کی ایک صورت یہ ممکن ہے کہ جن مدونین نے متون کو ترتیب دیا ہے ان مدونین کے ناموں کے اعتبار سے روایتِ تدوین کو ترتیب دیا جائے۔ اس طریق کار سے ایک مدوِن کے تدوین کیے گئے نظم و نثر کے متون کو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن درج ذیل خامیوں کی بنا پر یہ طریقہ بھی قابل قبول قرار نہیں پا سکتا۔

(i) اس طریقے سے مدونین کی زمانی ترتیب قائم نہیں رہ پائے گی، زمانی اعتبار سے قدیم مدونین بعد میں اور بعد کے مدونین کے پہلے درج ہونے کا اندیشہ ہے۔

(ii) خصوصیاتِ تدوین کے اعتبار سے ایک مدوِن کے طریقِ تدوین کا تعین ہو سکے گا لیکن اگر مدونین کے ناموں کے اعتبار سے اسے ترتیب دیا جائے تو محولہ بالا متون کے مدِ نظر اس کی ترتیب یوں بنے گی:

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ ۲۔ زور، ڈاکٹر محی الدین قادری۔ ۳۔ سیدہ جعفر
۴۔ شیرانی، حافظ محمود ۵۔ عبدالحق، مولوی ۶۔ کلیم الدین احمد
۷۔ مشفق خواجہ ۸۔ وحید قریشی، ڈاکٹر

اس ترتیب کے مطابق ڈاکٹر جمیل جالبی (کراچی) سرِ فہرست ہیں جبکہ مولوی عبدالحق (دکن) اور حافظ محمود شیرانی (لاہور) جن سے تدوینِ متن کی روایت کا آغاز ہوتا ہے وہ نمبر چار اور پانچ پر آتے ہیں۔

(iii) مدونین کی یہ ترتیب زمانی اعتبار سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس ترتیب کے اختیار کرنے میں یہ قباحت ہے کہ مدونین کا تعلق مختلف شہروں اور مراکز سے ہے جن کا اپنا تہذیبی پس منظر ہے، وسائل و ذرائع کے اعتبار سے موضوعات کا انتخاب مختلف ہے، طریق کار الگ الگ ہیں اس لیے ایک مرکز سے تعلق رکھنے والے مدوِن کی خصوصیات دوسرے مرکز سے مختلف ہیں۔ لہٰذا زمانی و مکانی دونوں اعتبار سے یہ ترتیب قائم نہیں ہو سکتی۔

ج۔ متون کی اصنافِ نظم و نثر میں تقسیم

تدوین کی روایت کے بیان کا ایک طریق کار یہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ انھیں اصناف وار دو بڑی اقسام نظم اور نثر میں تقسیم کر دیا جائے۔ پہلے تمام منظوم مدوّن متون کا تجزیہ درج کر دیا جائے اور پھر نثری متون کو پیش کر دیا جائے۔ اس سے روایت کو منثور و منظوم الگ الگ پیش کیا جا سکتا ہے۔ نثر کی روایت الگ اور نظم کی الگ درج

کرنے کی صورت میں اصناف وار تسلسل قائم ہو جائے گا لیکن اس طریق کار کو اختیار کرنے کی صورت میں مندرجہ ذیل رکاوٹیں پیش آسکتی ہیں:

(i) اس سے تدوین کی روایت منظوم اور منثور دو روایتوں میں بٹ جائے گی

(ii) زیادہ مدونین ایسے ہیں جنھوں نے نظم اور نثر دونوں کی تدوین کی ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا طریق کار اور خصوصیات ایک ہی ہوں گی، ایک بار اس کا ذکر نظم کی روایت میں آئے گا اور دوسری بار نثری متون کی روایت میں۔ اس سے ایک مدون دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا اور تکرار بھی ہوگی۔

(iii) مثال کے طور پر مولوی عبدالحق نے نکات الشعرا کے علاوہ بہت سے تذکرے ترتیب دیے ہیں اور دیوانِ اثر، دیوانِ تاباں اور قطب مشتری وغیرہ کو ترتیب دیا ہے۔ اصنافِ نثر میں مولوی عبدالحق کے مرتب کیے ہوئے تذکرے اور اصنافِ نظم میں مرتبہ دواوین اور مثنویات کا ذکر کیا جائے گا۔ تذکروں اور دواوین و مثنویات کی ترتیب کا طریق کار ایک ہی ہے۔ اس کو دونوں حصوں میں درج کیا جائے گا یا ایک حصے میں؟

درج بالا کمیوں، کوتاہیوں اور خامیوں کی بنا پر روایت کا تسلسل قائم نہیں رہ پائے گا لہٰذا تدوینِ متن کی روایت کا یہ طریق کار بھی موزوں نہیں ہے۔

د۔ شہروں اور مقامات کے اعتبار سے دبستانوں میں تقسیم

آخری طریقہ یہ ہے کہ اردو تدوینِ متن کی روایت کو دبستانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس طریق کار کو درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دبستان کے لغوی اور اصطلاحی مفہوم پر ایک نظر ڈال لی جائے تا کہ دبستان کا مفہوم اور خصوصیات و حدود واضح ہو سکیں۔

ادبستان فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے مکتب، ابتدائی مدرسہ[۱]

''دبستاں (ف) مذکر (۱) مکتب، مدرسہ (۲) مکتبِ خیال، اسکول''[۲]

اردو میں اس کا الف حذف کر کے ''دبستان'' کے طور پر استعمال کیا گیا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

''دبستان کا لفظ مفرد یا اکہرا نہیں ہے بلکہ اس کے دو خاص جزو ہیں یعنی یہ ادب وستان سے مرکب ہے۔ ادبستان کے الف کو حذف کر کے اسے دبستان بنا لیا گیا ہے اور ہماری ادبیات میں مرکزِ ادب یا مکتبۂ فکر کے معنی دیتا ہے۔''[۳]

ڈاکٹر سلیم اختر ''تنقیدی اصطلاحات'' میں دبستان کی تعریف یوں درج کرتے ہیں:

''انگریزی لفظ سکول کا ترجمہ۔ فلسفہ، علوم اور ادب و نقد میں دبستان سے مراد ایسے اصحابِ فکر

ودانش اور اہلِ قلم مراد ہیں جو کسی مخصوص تصور،نظریہ یا فکر کے حامل ہوں جیسے کلاسیکی، رومانی وغیرہ لیکن شہر کی مناسبت سے بھی دبستان تشکیل دیے گئے ہیں جیسے دہلی/لکھنو کا دبستانِ شاعری۔''[۴]

انگریزی میں دبستان کے لیے "School of thought" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ Excise Oxford Dectionary میں اس کی تعریف یوں درج کی گئی ہے:

"A particular way of thinking"[۵]

لغات اور نقادوں نے ''دبستان'' کی جو تعریفیں بیان کی ہیں ان کے مطابق ایک مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اصحاب اور اہلِ قلم ہیں جن کے تصورات ،نظریات ،سوچ ،طریق کار ،موضوعات اور اسالیبِ بیان وغیرہ مشترک ہوں۔

دبستان کی اس تعریف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تدوین کی روایت کے لیے یہ مناسب وموزوں اور معتبر طریقہ ہے کہ شہروں کے اعتبار سے اس روایت کو دبستانوں میں تقسیم کر دیا جائے، ہر دبستان کے مدوِنین کو زمانی اعتبار سے درج کیا جائے اور ان کے تحت ان کے مدوّن متون کی تدوین کی جائے۔

(i) اس تقسیم سے یہ فائدہ ہے کہ مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے مدونین کی خصوصیاتِ تدوین،طریق کار اور مدونین متعین ہیں یا کیے جا سکتے ہیں۔

(ii) اس طریق کار کے مطابق تاریخی ترتیب بھی قائم رہے گی۔

(iii) مدونین کے نظم ونثر کے متون ایک ساتھ بیان کیے جاسکیں گے۔

(iv) تدوین کی روایت کا ربط قائم رہے گا۔

اس طریق کار کو اردو کے متعدد محققین اور مدونین نے مناسب سمجھا ہے اور انھیں دبستانوں اور مراکز کا نام دیا ہے۔ اردو تدوینِ متن کی روایت کے بیان کے لیے دبستان کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے۔ان دبستانوں کی الگ الگ خصوصیات کی بنا پر اس طریق کار کو اختیار کرنے کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں پہلا معتبر حوالہ ڈاکٹر وحید قریشی کا ہے۔انھوں نے اپنے مضمون ''پاکستان میں اردو تحقیق کے دس سال (۱۹۵۸ء۔۱۹۶۸ء) میں اردو تحقیق کی روایت کا نقطہ آغاز دورِ سرسید کو قرار دیا ہے۔اس کے بعد تحقیق کی روایت میں محققین کے نام گنوائے ہیں تحقیق اور تنقید کے بُعد کا ذکر بھی کیا ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں انفرادی تلاش وجستجو کے علاوہ دبستانی سطح پر جو کام ہوا ہے اس کے بڑے بڑے مرکز حیدرآباد دکن،اعظم گڑھ اور لاہور قرار دیے جاسکتے ہیں۔تحقیقی اصولوں کے استعمال میں

ان دبستانوں کے نظریات میں بین فرق ہے۔''٦

ڈاکٹر وحید قریشی نے ان دبستانوں کی تدوین کی خصوصیات بھی درج کی ہیں جن کی بنا پر وہ انھیں دبستانوں میں منقسم کرتے ہیں۔ذیل میں ان دبستانوں کی مختصر خصوصیات درج کی جارہی ہیں جوانھوں نے بیان کی ہیں:

(i)دبستانِ دکن کے تحت ہونے والی تدوین میں قلمی نسخوں کے اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی،تاریخ سے حاصل ہونے والی معلومات کوادبی مواد سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں کرتے تاہم اس سے دکنیات کا ایک بڑا ذخیرہ سامنے آ گیا۔لسانی حوالے سے دبستانِ دکن کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ مدونین نے زبان کے آغاز وارتقا کے سلسلے میں صوتیات کوتفصیل سے بیان کیا ہے۔

(ii)دبستانِ اعظم گڑھ میں مذہبی رجحانات اورعلوم کی روشنی میں مسلمانوں کی علمی زبان کے طور پر اردو کا مطالعہ کیا گیا،متن کی ترتیب وتصحیح کوزیادہ اہمیت نہیں دی گئی،اس کے مقابلے میں اردو ادب کے بنیادی مسائل کوتاریخ کی کسوٹی پر پرکھا گیا۔

(iii)دبستانِ لاہور کے محققین مختلف علوم کے مطالعے کو زبانوں کے مطالعے کے لیے ضروری قرار دیتے ہیں،ادب کومعاشرتی علوم خصوصاً تاریخ کے حوالے سے دیکھنے کی سعی کی، یہ مدونین واقعات اورسنین کوتاریخ کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں،احتیاط کا اعلیٰ معیار قائم کرنے اور سہل انگاری اور بے احتیاطی کا محاسبہ کرنا دبستانِ لاہور کے مدونین کا خاصا ہے۔بنیادی وثانوی مآخذ میں امتیاز،نسخوں کی قدامت کاتعین،رسم الخط کے عہد بہ عہد تغیرات کا احساس اوراملا کے خصائص کے ادراک اور حوالوں کے اندراج میں اخلاقی قدروں کی پاسداری اس دبستان کی نمایاں خصوصیات ہیں۔٧

اس کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں کہ بیسویں صدی کے تیسرے دہ سالے میں رام پور اور پٹنہ کے دبستان بھی ہمارے سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی کے قائم کردہ تدوین کے یہ دبستان اوران کی خصوصیات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ وہ تدوین کی روایت کے بیان کے لیے اسے دبستانوں میں تقسیم کرنے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اوراس کے علاوہ کسی طریق کار کوموزوں خیال نہیں کرتے تھے۔انھوں نے ان خیالات کا اظہار اپنی گفتگو میں بھی متعدد بار کیا تھا۔وہ تدوینِ متن کی روایت کی ترتیب اور بیان کے مسائل کا حل دبستانوں ہی کوقرار دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری بھی تحقیق و تدوین کے لیے مراکز اور دبستان کی اصطلاح استعمال کرتیب ہیں۔ وہ اپنی تحقیق کے نظریاتی اصولوں پر مبنی اپنی کتاب ''ادبی تحقیق کے اصول'' میں تحقیق کے دبستانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اردو میں تحقیق کی روایت تقریباً ایک صدی پرانی ہے۔ انیسویں صدی کے ربع آخر میں حالی، شبلی اور آزاد کے کارناموں سے اردو میں جدید تحقیق کا آغاز ہوتا ہے۔ بیسویں صدی میں یہ تحقیقی روایت مزید آگے بڑھتی ہے اور اعظم گڑھ، پٹنہ، لاہور، دکن، دلی اور لکھنو جدید تحقیق کے مراکز بنتے ہیں۔ ان مختلف تحقیقی دبستانوں میں مختلف نوعیت کا کام کیا گیا۔ مثلاً اعظم گڑھ تہذیبی اور تاریخی تحقیق کے لیے وقف ہو گیا۔ پٹنہ، دکن اور لکھنو میں اردو ادب پر کام کیا گیا۔ پٹنہ قاضی عبدالودود کے حوالے سے اعداد و شمار کی تحقیق تک محدود ہو گیا۔ دکن اور دلی میں انجمن ترقی اردو نے بنیادی قسم کا تحقیقی کام کیا۔۔۔۔ دکن کے تحقیقی مرکز نے قدیم متون کی وضاحتی فہرستیں بھی شائع کیں اور قدیم ذخیروں کا سراغ لگانے میں مدد دی اور یوں تحقیق کرنے والوں کے لیے نئے مصادر فراہم ہوئے۔''۸

ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے تحقیق کے مراکز کو دبستان قرار دیا ہے، ان کی خصوصیات کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان مختلف مراکز یا دبستانوں میں مختلف نوعیت کا کام کیا گیا۔ اس بات میں ہم یوں اضافہ کر سکتے ہیں کہ تحقیق کے ان مراکز میں نوعیت، طریق کار اور خصوصیات مختلف ہیں۔ اس جائزے کے بعد ڈاکٹر تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

> ''یہ ہے اردو کے تحقیقی مراکز کا ایک طائرانہ جائزہ۔ اردو تحقیق کے ان مراکز میں کام کرنے والے بزرگ محققین نے یقیناً قابل قدر کام کیا ہے اور انھوں نے تاریخ ادب اردو کی تدوین کے لیے نہایت جانکاہی سے کام کرتے ہوئے قدیم ماخذوں تک رسائی حاصل کر کے اور انھیں شائع کر کے بہت اچھا کام کیا ہے۔''۹

ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے جدید اردو تحقیق و تدوین کی روایت کا آغاز دکن، لاہور، اعظم گڑھ، پٹنہ، دلی اور لکھنو کو قرار دیا ہے اور ان دبستانوں کی خصوصیات کو تدوین کے حوالے سے درج کیا ہے۔

حافظ محمود شیرانی کی تحقیقی خدمات کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی دبستانِ لاہور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل علم اس بات سے اتفاق کریں گے کہ لاہور کے دبستانِ تحقیق و تدریس کے سلسلہ الذہّب کی تین کڑیاں بالترتیب پروفیسر حافظ محمود شیرانی، پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللہ اور پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی ہیں۔''[۱۰]

حمید عظیم آبادی نے اپنے استاد شاد عظیم آبادی کے کلام کو مرتب کیا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے ''دبستانِ بہار'' کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خطۂ بہار اور سرزمینِ عظیم آباد قدیم عہد سے جدید دور تک اربابِ فضل و کمال کا مرکز رہی ہے۔ اس کی اپنی خصوصیات ہیں جسے 'دبستانِ بہار' کہا ہے۔ دبستانِ بہار، دبستانِ دہلی سے زیادہ مماثلت رکھتا ہے لیکن ان دونوں میں مماثلت کے ساتھ فرق بھی ہے۔ دہلی کی زبان فارسی سے اثر پذیر ہوئی لیکن عظیم آباد کی اردو بھاکھا کی گود میں اور مقامی آب و ہوا میں پھلتی پھولتی رہی۔[۱۱]

درج بالا اقتباسات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ دبستان صرف شاعری سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ان کو تحقیق و تدوین کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو ادب میں تحقیق اور تدوین کا سفر متوازی دکھائی دیتا ہے۔ اردو ادب کے بیشتر محققین نے متون کی تدوین بھی کی ہے۔ اس لیے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ تحقیق کی طرح تدوین کے بھی دبستان ہیں جن کی اپنی خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے اس دبستان کے مدونین کے موضوعات، طریق کار اور رجحانات متعین ہو گئے ہیں۔ اسی استناد کی بنیاد پر تدوین کی روایت کو مختلف مقامات کے حوالے سے دبستانوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ ان دبستانوں کی خصوصیاتِ تدوین کو بھی بیان کیا گیا ہے اور ان کے تحت تدوین کیے جانے والے متون کا تعارف و تجزیہ بھی ہے۔ اس طرح روایت میں ایک تسلسل بھی رہے گا اور مختلف مقامات میں ہونے والی تدوین کا جائزہ بھی لیا جا سکے گا۔

جغرافیائی پس منظر، وسائل و ذرائع اور متون کے موضوعات و طریق کار کے حوالے سے تحقیق و تدوین کے ان دبستانوں کی مخصوص خصوصیات ہیں مثلاً دبستانِ دکن صوفیا اور شاہوں کی سرزمین ہے، قطب شاہی اور عادل شاہی حکومتوں کی سرپرستی میں ادب تخلیق ہوا، اس کے بعد ریاست حیدرآباد دکن میں سالار جنگ کی سرپرستی اور اعانت سے قائم کی گئی ''مجلس اشاعت دکھنی مخطوطات'' قائم کی گئی۔ اس کے تحت بہت سے قدیم دکنی مخطوطات کی تدوین کی گئی جن کا تعلق قطب شاہی اور عادل شاہی ادوار سے تھا۔ دکن کے بہت سے دواوین، کلیات، مثنویوں اور صوفیانہ رسائل و ملفوظات کو مرتب کیا گیا، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر زور، سید محمد، عبدالمجید صدیقی، عبدالقادر سروری اور مبارز الدین رفعت نے غواصی، وجہی، شاہی، ملک خوشنود، ہاشمی، ابن نشاطی، سراج، صنعتی کے دواوین اور مثنویات کو مرتب کیا، ان میں حسن و عشق اور رزم و بزم کے نقشے بھی ہیں اور تصوف کے موضوع پر مشتمل متون بھی جن میں برہان

الدین جانم، شاہ تراب چشتی، شاہ ابوالحسن قادری اور محمود خوش دہاں کے متون شامل ہیں۔ دبستانِ دکن کے تحت زیادہ تر متون کی بنیاد وحید نسخوں پر تھی، نسخوں کے تعارف پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی، مقدموں میں لسانی خصوصیات اور تاریخی پس منظر کو درج کیا گیا ہے، داخلی و خارجی شہادتوں کی مدد سے مصنفین وشعرا کے حالات ترتیب دیے گئے، معاشرت ،تہذیب اور رسوم و رواج کے مرقعے بیان کیے گئے۔ ایک عہد کے ہم موضوع متون کا موازنہ کیا گیا، ایک متن کو مختلف مدونین نے مرتب کیا مثلاً کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ، ، قطب مشتری، گلشنِ عشق اور کلیاتِ شاہی۔ الفاظ کے معانی حاشیوں میں دیے گئے ہیں اور آخر میں فرہنگیں بھی درج کی گئی ہیں۔

دبستانِ لاہور کی تدوین میں دو اہم مراکز اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور اور مجلس ترقی ادب لاہور کے مدونین شامل ہیں۔ اورینٹل کالج کے مدونین تحقیق کا سلسلہ لسانیات، تاریخ اور دیگر علوم سے جوڑتے ہیں، نسخوں کا تعارف درج کرتے ہیں، مصنف کے حالات اور تصانیف کا تعارف دیتے ہیں، واقعات کو تاریخی حقائق کے مطابق پرکھتے اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ خالق باری کے مقدمے میں دیگر نصابی کتب کا تعارف پیش کیا گیا ہے، مثنویاتِ میر حسن اور دیوانِ جہاندار میں تاریخ اور سیاست کے حوالے سے معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ مدونین بنیادی اور ثانوی مآخذ کے درمیان امتیاز کرتے ہیں، تحقیقی وتنقیدی تجزیے مقدمے میں درج کرتے ہیں۔ مجلس ترقی ادب لاہور کے تحت بہت سے کلاسیکی متون کی تدوین کی گئی ہے، ان متون کی نمایاں خصوصیت تنقیدی تجزیے ہیں۔

دبستانِ کراچی میں اہم مرکز انجمن ترقی اردو کے مخطوطات کی تدوین ہے، انجمن ترقی اردو کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ تھا کہ قدیم کلامِ نظم ونثر کو ضائع ہونے سے بچایا جائے، اردو کے قدیم مخطوطات کو شائع کیا جائے۔ بہت سے قدیم وجدید متون کی تدوین کی گئی ہے، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، تذکرہ مدائح الشعرا، تذکرہ عروس الاذکار، ارمغانِ گوکل پرشاد اور گلشن ہمیشہ بہار کے ساتھ ساتھ حسن شوقی، دیوانِ نصرتی اور دیوانِ تراب وغیرہ کو مرتب کیا گیا سائنسی نقطہ نظر کے مطابق دکنی مخطوطات کو ترتیب دیا گیا ہے، یہ دبستان دکنی ادب کا تسلسل ہے۔ اس کے مقدموں میں بھی لسانی خصوصیات کو پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، مشفق خواجہ، افسر صدیقی امروہوی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش کے علاوہ دیگر مدونین نے متعدد قدیم وجدید متون کی تدوین کی ہے۔

دبستانِ پٹنہ کے مدونین نے زیادہ تر پٹنہ کے متون کی تدوین کی ہے۔ قاضی عبدالودود، کلیم الدین احمد اور حمید عظیم آبادی نمائندہ مدونین ہیں۔

دبستانِ رام پور میں رضا لائبریری کے ان مخطوطات کو ترتیب دیا گیا ہے جو زیادہ تر غالبیات سے متعلق

ہیں مثلاً مکاتیبِ غالب، انتخابِ غالب، دیوانِ غالب اور فرہنگِ غالب۔ اس کے علاوہ چند کلاسیکی متون کی تدوین بھی کی گئی ہے جن میں نادراتِ شاہی، سلکِ گوہر، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی، دستور الفصاحت اور وقائع عالم شاہی وغیرہ۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی اس دبستان کا اہم حوالہ ہیں۔ اس دبستان کے مدونین عربی و فارسی میں مہارت رکھتے ہیں۔

دبستانِ دہلی کے مدونین میں کلاسیکی اور وسطی دور کے متون کی تدوین کی گئی ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند اور دہلی یونیورسٹی کے تحت متون مرتب کیے گئے۔ ڈاکٹر خلیق انجم، مالک رام، رشید حسن خاں، ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی وغیرہ نے متعدد متون کی تدوین کی ہے جن میں کئی مطبوعہ و خطی نسخوں کو مدِ نظر رکھا گیا ہے جن میں گلِ رعنا، فسانۂ عجائب، باغ و بہار، گلزارِ نسیم، سحر البیان، زٹل نامہ، کلیاتِ مصحفی، آثار الصنادید اور ابوالکلام آزاد کے علاوہ متعدد متون کو ترتیب دیا گیا ہے۔ مقدموں میں نسخوں کا تعارف اور تقابلی مطالعہ دیا گیا ہے، آخر میں عام طور پر فرہنگیں بھی ہیں۔

دبستانِ لکھنو، الہ آباد، علی گڑھ اور بمبئی کے تحت جو متون مدون کیے گئے وہ انھی علاقوں سے مخصوص ہیں۔

اردو تدوینِ متن کی درج بالا روایت اور خصوصیاتِ تدوین کے مدِ نظر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اردو میں تدوینِ متن کی روایت کے لیے انھیں دبستانوں میں تقسیم کرنا مناسب اور موزوں طریقہ ہے۔ اس روایت کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی کے نصف اول میں ہوا۔ گذشتہ ایک صدی میں کلاسیکی، وسطی اور جدید دور کے متون کی تدوین کی گئی۔ داستانیں، مثنویاں، تذکرے، دواوین و کلیات، نثری کتب، تصوف کے موضوع پر رسائل و کتب، ڈرامہ، تاریخ اور مکاتیب کی تدوین کی گئی ہے۔ تدوین کا یہ سلسلہ جامد نہیں ہے اور اکیسویں صدی میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ بیسویں صدی کے نصف اول کی تدوین کا مقصد متون کی پیش کش تھا نسخوں کا تعارف نہیں اور آج اکیسویں صدی کے نصف اول میں تدوین ارتقا کے مراحل سے گزر کر سائنٹفک اصولوں تک پہنچ گئی ہے۔ جدید دور کے مدونین جدید وسائل و ذرائع سے کام لے کر تدوین کو حقیقی معنوں میں سائنسی علم ثابت کر سکتے ہیں۔

حواشی

۱۔ محمد عبداللہ خاں خویشگی (مؤلف)،فرہنگِ عامرہ،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۹ء،صفحہ۲۵۹

۲۔ سید شہاب الدین دسنوی،فہمیدہ بیگم (مولفین)، جامع اردو لغات، بک کارنر شوروم،جہلم،صفحہ۴۴۷

۳۔ احمد حسین صدیقی، دبستانوں کا دبستان کراچی جلد سوم،فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ،کراچی،۲۰۱۰ء،صفحہ پ

۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر،تنقیدی اصطلاحات،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۱ء،صفحہ۱۲۱

۵ .Consice of Oxford Dictionary, Edited by Catherine Soanes, Angus Stevenson, Oxford University Press, Eleventh Edition 2004, P1287

۶۔ ڈاکٹر وحید قریشی،مقالاتِ تحقیق،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،لاہور،۱۹۸۸ء،ص۱۰

۷۔ ایضاً،ص۱۰،۱۱

۸۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری،ادبی تحقیق کے اصول،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۹۲ء،ص ۷

۹۔ ایضاً،ص ۷،۸

۱۰۔ ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی،،حافظ محمود شیرانی اور ان کی علمی و ادبی خدمات،جلد اول،مجلس ترقی ادب،لاہور،طبع اول جون ۱۹۹۳ء ص ۱۷،۱۸

۱۱۔ حمید عظیم آبادی، میخانۂ الہام،شاد عظیم آبادی،المہر ان ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوسی ایشن،سکھر،دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۲ء،ص۳،۴ دیباچہ

❀......❀......❀